© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

آہ! مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی

موت وحیات قانونِ فطرت ہے۔ جو اس دنیا میں آیا ہے اسے ایک دم جانا ضرور ہے۔ لیکن بعض شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جب وہ اس جہانِ آب وگل سے رخصت ہوکر عالمِ آخرت کی طرف پرواز کرتی ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قلب ودماغ کی دنیا میں ایک زلزلہ سا آگیا ہے اور خرمنِ ہوش وحواس پر بجلی گر پڑتی ہے، اس زلزلہ اور صاعقہ فگنی کا احساس مقید اور محدود نہیں ہوتا، بلکہ عالمگیر ہوتا ہے اور اس کی شدت اور کرب مشرق ومغرب اور شمال وجنوب میں یکساں محسوس ہوتا ہے، یہی وہ شخصیتیں ہوتی ہیں جن کی وفات پر نطق ربانی کے لفظوں میں زمین وآسمان روتے ہیں اور ان کی موت عرب کے اس شعر کا مصداق ہوتی ہے۔

وَمَا کَانَ قیسٌ ھُلکُہٗ ھُلکُ واحد　　وَلٰکِنَّہٗ بنیان قوم تھدما

اس میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا کہ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کی وفات ایسی ہی ایک شخصیت کی وفات ہے اب سے ساٹھ اکسٹھ برس پہلے کون کہہ سکتا تھا کہ جس سبزہ آغاز نوجوان نے اپنے والد ماجد کی ناگہانی وفات کے باعث معاشی ضرورت سے مجبور ہوکر اور اپنی تعلیم کو ادھورا چھوڑ کر تاج (جبلپور) اور مسلم والجمعیۃ (دہلی) کی اڈیٹری کو قبول کیا تھا وہ ایک روز عالم اسلام کے افق پر آفتاب وماہتاب بن کر چمکنے اور ملت بیضا کی ایک نامور عظیم تر شخصیت بننے والا ہے لیکن مؤخر الذکر اخبار کی اڈیٹری (از ۱۹۲۰ تا ۱۹۲۸) کے زمانہ میں ہی بعض مضامین، اور خصوصاً "الجہاد فی الاسلام" جو اس نوجوان اڈیٹر کے قلم سے نکلے وہ زبان وبیان اور حقائق ومطالب کے اعتبار سے اس درجہ موثر اور جاذب توجہ تھے کہ غیر منقسم ہندوستان کے ارباب فکرو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نظر کی زبان بیساختہ نواسنج تحسین و آفریں ہو گئی اور دور اندیش نگاہوں نے تاڑ لیا کہ حریم علم کے آسمان پر جو آج ہلالِ نو بن کر نمودار ہوا ہے وہ کل علم و تحقیق کے افق پر ماہِ کامل کی صورت میں جلوہ گر ہو گا۔

جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا مرحوم باقاعدہ تعلیم کی تکمیل نہیں کر سکے تھے، لیکن تعلیم جو کچھ بھی حاصل کی تھی وہ عربی اور انگریزی میں مطالعہ کے لئے کافی تھی، پھر خود طبعاً تھے بڑے ذہین اور طباع اور مطالعہ کے دھنی اور رسیا، علاوہ ازیں الجمعیت کی ادارت کے زمانہ میں ان کو مفتی محمد کفایت اللہ، مولانا عبدالسلام نیازی مولانا محمد اشفاق کاندھلوی اور دوسرے علماء و اساتذہ دہلی کے ساتھ معیت و صحبت اور اُن سے استفادہ کا موقع ملا۔ ان سب چیزوں نے مل کر ان کے علم کو پختہ، استعداد بحث و تحقیق کو استوار اور نظر کو وسیع کر دیا۔ طبیعت غور و فکر کی خوگر تھی، عنفوانِ شباب کا زمانہ صحافت میں بسر ہوا تھا۔ اس بنا پر تحریر و انشا کا اعلیٰ سلیقہ پیدا ہو چکا تھا اور اب وہ اس قابل تھے کہ قدرت نے انہیں جس اہم کام کے لئے پیدا کیا تھا اس کا آغاز کریں۔ اور یہ کام تھا احیائے و اقامتِ دین کا۔

چنانچہ الجمعیۃ کی ادارت سے سبکدوش ہو کر حیدر آباد منتقل ہو گئے۔ وہاں سے ۱۹۳۳ء میں ماہنامہ ترجمان القرآن جاری کیا جو عمر بھر ان کے افکار و خیالات کا ترجمان بنا رہا۔ اسی رسالہ میں اسلامی نظام کو جسے شروع میں انھوں نے حکومتِ الٰہیہ کا نام دیا تھا نصب العین بنا کر اسلام کی حقیقت، عقاید و اعمال۔ احکام و مسائل، معاملاتِ حاضرہ اور اسلام پر یورپ کے اعتراضات پر پیہم و مسلسل، اس عزم و جزم اور زور و قوت سے لکھنا شروع کیا کہ تعلیمیافتہ مسلمان نوجوانوں میں ایک ہلچل پیدا ہو گئی اور مولانا کے عقیدتمندوں کا حلقہ روز بروز وسیع ہونے لگا۔ تقسیم سے چند برس قبل آپ نے پٹھان کوٹ (پنجاب) میں جماعتِ اسلامی کے نام سے ایک جماعت کی بنیاد رکھی۔ حصولِ آزادی کے بعد مع اپنی جماعت کے لاہور منتقل ہو گئے۔ ابھی حال میں لندن سے ایک ضخیم انگریزی کتاب "نذر سید ابوالاعلیٰ مودودی" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مولانا کی چھوٹی بڑی تصنیفات کی تعداد ایک سو چالیس اور خطبات و تقریروں کی تعداد ایک ہزار ہے۔ مولانا نے جو کچھ لکھا صرف اردو میں لکھا، لیکن اس کا ترجمہ عربی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور انگریزی میں خصوصاً اور دوسری ملکی و غیر ملکی زبانوں میں عموماً برابر بڑی باقاعدگی کے ساتھ شائع ہوتا رہا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ مولانا کی شہرت اور ان کے افکار و خیالات کی گونج عالم اسلام کے گوشہ گوشہ میں پہونچی اور جماعتِ اسلامی کی شاخیں جگہ جگہ قائم ہوئیں جو اعلیٰ تنظیم اور ضبط و نظم کے ساتھ مولانا مودودی کے مشن کی تبلیغ و اشاعت میں معروف و منہمک ہیں۔

اختلاف کب اور کس سے نہیں ہوا۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ایک بلند پایہ مفکر و مبصر اسلام، ایک مصنف و محقق اور ایک بانی جماعتِ اسلامی کی حیثیت سے عہدِ حاضر میں عالمِ اسلام کی عظیم و نامور شخصیت تھے، انھوں نے اپنے قلم سے ایک اہم فکری اور ذہنی انقلاب برپا اور تعلیم یافتہ مسلمانوں میں مغربی علوم و فنون اور تہذیب و تمدن سے جو مرعوبیت تھی اسے دور کر کے ان میں انفرادیت کا احساس، خود اعتمادی اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کا جذبہ و جوش پیدا کیا ہے، اخلاق و عادات اور ذاتی خصائل و شمائل کے اعتبار سے بھی بڑی خوبیوں کے انسان تھے

ایک زمانہ تھا کہ تقسیم اور جماعتِ اسلامی کی تاسیس سے بہت پہلے دلی میں ان سے ملاقات اور بے تکلف گفتگو ہوتی تھی۔ اس کے بعد حجاز اور پاکستان میں بھی متعدد ملاقاتیں ہوئیں۔ ان ملاقاتوں میں مولانا ہمیشہ جس محبت اور شرافتِ اخلاق سے پیش آئے اس کی خوشگوار یادیں آج بھی حافظہ کے خزانہ میں محفوظ اور مشامِ جان کو معطر کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فردوسِ بریں میں ان کو مقامِ جلیل عطا فرمائے آمین ثم آمین

© rasailojaraid.com